رباعیاتِ صادقین

خطاط

به فضلِ خدائے زمین و زمان

و بعونِ خدائے مکین و مکان

چند رباعیات

فقیر صادقین خطّاط عاصی

جو صرف فنِ خطّاطی کے تجربے اور اُس سے پیدا شدہ صورتِ حال پر مشتمل ہیں

جو فقیر نے خود ہی اپنے خطِ شکستہ میں اپنے دستِ رعشہ دار سے
گھسیٹ کر، ایک موقعِ خاص کے لئے شدید تخلیقی مصروفیات کے باوجود،
ہنگامی طور پر، بے حد روا روی اور انتہائی افراتفری میں، نگاہِ ثانی
کئے بغیر صفحۂ قرطاس پر منتقل کر کے جوں کا توں بے ردّ و بدل
بھونڈے اور بھدے طریقے سے بغیر کسی تکلف کے چھپوا ڈالا

باہتمام شیخ نیاز احمد، غلام علی پبلشرز - ۲۱ ہسپتال روڈ
لاہور سے شائع ہوئی۔

کلمۂ "لَآ اِلٰہَ" اور نعرۂ "اَنَا الحَق" کے نام

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۰

نوٹ :-

یہ بے انداز فقیر صادقین "پیش لفظیہ" لکھنے سے
پورے احتراز کر رہا ہے۔ کہ مبادا اپنی تعلّیات اور شطحیات کا اور
ڈھونڈ ڈھونڈ کر اپنی ماری ہوئی ڈینگوں کا کوئی گھڑ کر جواز پیش
کر بیٹھے۔ یقیناً پس پردۂ تعلّیات "میں" "میں" اور بار بار
میں کے گلے پر چھری پھیرنے کے کچھ نہ کچھ خارجی محرکات ہونگے
جن کے اجمال میں بھی جا کر فی الحال یہ فقیر اپنا اور آپ کا قیمتی وقت
خراب نہیں کرنا چاہتا۔ ان تعلّیات کا سلسلہ حمدیہ رباعیوں
میں بھی اپنی ذات ہی کے حوالے سے

شروع ہوتا ہے اور اس کتبچیہ کے اوراق میں رشتۂ مسلسل
کے طور پر آخر تک جاری و ساری چلا جاتا ہے۔
گذشتہ چند برس میں معاملاتِ خلوت سے لیکر
مکالماتِ جلوت تک اور نظریاتِ فطرت سے لیکر مشاہداتِ
قدرت تک جملہ موضوعات پر رباعی گوئی کا سلسلہ جاری رہا ہے
اور مجموعی طور پر جمالیاتی رباعیات سے جلالیاتی رباعیات تک
مسلسل کہیں سطور میں اور کہیں بین السطور میں منافقت
کے خلاف اعلانِ جنگ کا تار پرویا ہوا ہے۔
اس کتبچیہ میں صرف

فنِ خطّاطی کے تجربے پر مشتمل، کرۂ ارض کے اہلِ بینش کے تاثر
کی محکم بنیاد پر اور مفاد پرست مصلحت سے ہوئے کے ردِ عمل سے
متعلق چند رباعیات ہیں جن کی تعداد تقریباً کوئی ڈھائی سو
ہو گی۔ جن کی تالیف و ترتیب صرف ایک دن اور ایک رات میں
انتہائی اہم اور بے حد ضروری مصروفیات سے کو نظر انداز کر کے
یارانِ باصفا کی تفنّنِ طبع کی خاطر اس موقع پر کر دی گئی ہے
جبکہ اس عاصی فقیر کی چند تازہ بہ تازہ نو بہ نو خطّاطی کے کسی
اسلامی ملک میں منظرِ شہود پر آنے کیلئے لاہور سے جانیوالی ہے

یہ بے اندازہ فقیر

عاصی صادقین عفی عنہ اس بات کا بھی اپنے چند سطور سے
میں اظہار کر دینا اپنا روحانی اور اخلاقی فریضہ خیال کرتا ہے کہ
مبادا اس کی بات سے کوئی غلط تاثر قائم نہ ہو کر یہ بندۂ عاجز
زاہدانِ با صفا، اہلِ اتقا اور عالمانِ آئینہ قلب کا انتہائی
احترام کرتا ہے اور برصغیر ہند و پاک میں شہر لاہور کو خطاطی و
کتابت کا عظیم ترین مرکز ہمیشہ سے مانا جاتا رہا ہے، ظاہر ہے
کہ یہ رتبہ لاہور کو یہاں کے ماہرینِ فن کی بدولت ہی حاصل ہے
جو اس ضمن میں کمالِ فن کی چوٹی کو سر کرتے رہے ہیں

انہی اہلِ کمال کیلئے

اُس کا دل عقیدت اور عزّت کے جذبات سے لبریز ہے،
اِس کے ساتھ ہی ساتھ فوراً اِس بات کا بھی اظہار کرتا ہے کہ
روایت پرست ہونے کے ساتھ ساتھ زمانوں کے بدلتے
ہوئے سماجی اور معاشی انداز کے ساتھ ہی ساتھ اِن کے
پسِ منظر میں جمالیاتی اقدار بھی متغیر ہوتی ہے، لہٰذا
لہٰذا روایت میں تخلیق و اختراع و ایجاد کا قائل رہے
کہ بغیر اُس کے روایت جمود کا شکار ہو جاتی ہے اور روایت
میں بغیر ہی اختراعات و ایجادات کے مستقبل کی طرف
حرکت پیدا نہیں ہوتی۔

جملہ فنون کی تاریخ میں جو بڑے بڑے اہلِ کمال گذرے
ہیں، جن میں مائیکل آنجلو اور غالب اور دیگر اِسی انداز
کے باکمال بندگانِ خدا شامل ہیں، خود کو اُن کی نعلین
کی گرد سے بھی کم تر سمجھتا ہے۔

پرانے بزرگوں کا طریقہ تھا کہ جب وہ کوئی رُقعہ تحریر
فرماتے تھے تو اپنے نام سے پہلے کچھ انکساری الفاظ لگا دیتے
تھے، اور بعض اوقات یہ بھی کوشش ہوتی تھی کہ نام اُس کا
ہم قافیہ بھی ہو جائے۔ یہ لفظ، کمترین، احقر، ناچیز، خادم
وغیرہ قسم پر مشتمل ہوتے تھے،

اِسی روایت کے تحت اِس شہریاروں کے رقیب، مسکین و
غریب، آیات کے کاتب، مثلاً مرزا اسد اللہ خان غالب
دنیوی طریقے میں کنگال، روحانی سلیقے میں مالا مال، مضطر،
بے کل، بے چین، نجیب الطرفین، فقیر عاصی صادقین عفی عنہ
نے بھی کچھ اپنے "القابات" کتاب کے آخر میں درج کرا دیے
ہیں، جو اکثر و بیشتر اُس نے سُنا کہ خانقاہوں کے کونوں
بچالوں اور فن کے مدرسوں کے گوشوں اور کھنڈروں میں،
قوم ثمود کے زار ست آواز جو "سورۃ الھمزۃ مکیّۃ" کا
مطالعہ نہیں کرتے

فقیر کو اس نوع کے "القابات" سے نوازتے رہتے ہیں،
رباعیات کی اس کتابچہ کے آخر میں اُن "القابات" کا
جو زیادہ نہیں ہے سلسلہ جاری ہو جاتا ہے۔ اور فقیر نے
اُنہیں عربی زبان میں درج کرا دیا ہے۔ مگر اُن کے
اور پیشانی پہ خفی حروف میں "العاجز الفقیر الی اللہ"
اپنی طرف سے لکھوا دیا ہے۔ فرقۂ ملامتیہ کے ادنیٰ فرد کی
حیثیت سے، جب منافقانہ سانچے اور باطلانہ فریم میں ڈھلی
ہوئی تہذیب کے معیارِ اخلاق پر اُسے جانچا جائے گا تو وہ
بدتمیز ثابت ہوگا۔

خیر بد تمیز سہی ہے تو سچا، جھوٹ تو نہیں بولتا، اور
مولیٰ کے کرم خاص سے اُن وہمیوں میں سے نہیں ہے جو
خود کو پاک اور باقیوں کو ناپاک متصور کرتے ہیں، وہ
وہمیوں کے اُس قبیلے سے تعلق رکھتا ہے، جس کا
ہر فرد خود کو ناپاک اور باقی تمام لوگوں کو پاک سمجھتا ہے

عاصی فقیر صادقین عفی عنہ

کوہِ الوان، لاہور

بروز منگل، ۲۵ شعبان ۱۳۹۸ھ
مطابق یکم اگست ۱۹۷۸ء

ایک اور نوٹ:-

ابتدائی رباعیات حمدیہ ہیں جو کہ حامد ہی کی ذات کے حوالے
سے ہیں اُس کے بعد اپنی ہی ہستی کے پس منظر میں خطاطی کے تجربہ
پر مشتمل رباعیات ہیں اُس کے بعد رباعی کے نقطۂ نظر اور پھر کچھ
اپنی ہی شان میں۔ اس چھوٹی سی چند رباعیوں کی کتابچہ کو مختلف
ابواب میں تقسیم کرکے اور پھر ہر باب کا عنوان ایک پورے صفحے پر
لکھنا کتابچہ کیلئے چھوٹا منہ اور بڑی بات کا مصداق ہو جائیگا
لہٰذا عنوانات کی فہرست اور ابواب کے نام درج کرنے سے احتراز
کیا گیا ہے۔

صادقین

۱۴

کب ہیں روشن عام کے لکھنے والے
حرفوں کو ہیں دل تھام کے لکھنے والے
تختی پہ شبانہ روز ہا خونِ دل سے
ہم تو ہیں ترے نام کے لکھنے والے

ہر حسن ہر مستی جو ہے ہُو ہی کو ہے
ہر رنگ ہی رنگ ہے تو تُو ہی تُو ہے
آئینے ہی آئینے ہیں میرے دل میں
اور کون ہے آئینوں میں؟ تو ہی تو ہے

۱۵

مجھ کو لوح و قلم ہی دیتا مرا رب
ابجد کا جمالِ رم ہی دیتا مرا رب
چھیڑ میں ہو اور پھاڑ کے چھیڑ مجھ کو
آیات کے پیچ و خم سے دیتا مرا رب

خط میں مرے پنہاں ہے جو اک رازِ حیات
آ کان میں، میں تجھ کو بتا دوں وہ بات
یہ ہاتھ پکڑ کر مرا جیسے کہ ہو طفل
لکھوائی مشیت ہی نے مجھ سے آیات

۱۶

نازِل یہ قلم کس پہ ہے؟ مجھ جیسے پر
اور لوح کا دم کس پہ ہے؟ مجھ جیسے پر
مولیٰ کے کرم کا بھی نہیں کوئی اصول
مولیٰ کا کرم کس پہ ہے؟ مجھ جیسے پر

دشمن کو تو دی دام و درم کی دولت
اور ہم پہ بکھیر دی کرم کی دولت
دی اتنی سمیٹے سے سمٹتی ہی نہیں
مولیٰ نے ہمیں لوح و قلم کی دولت

۱۷

ساقی نے ہمیں ساغرِ جم بخشے ہیں
ہاتھوں میں سیہ زلف کے خم بخشے ہیں
مولیٰ نے حسینوں سے وفا کے بدلے
دُنیا میں ہمیں لوح و قلم بخشے ہیں

زلفوں کے جو دل رہے سلسلے میں ساقی
ٹکڑے ہیں وہ دل کے دیے میں ساقی
مولیٰ نے ہمیں لوح و قلم بخشے ہیں
اس حسن پرستی کے صلے میں ساقی

١٨

مولیٰ نے عدم رکھ دیا، میرے آگے
دی لوح، قلم رکھ دیا میرے آگے
اک کوزہ دیا، کوزے میں بھرنے کیلئے
اک بحرِ کرم رکھ دیا میرے آگے

رحمت کی کڑی دھوپ میں لیٹوں مولیٰ!
رومال میں خرمن کو لپیٹوں مولیٰ!
اب اور مجھے بخش کر حیران نہ کر
دے اتنا کہ جتنا میں سمیٹوں مولیٰ!

١٩

عاشق کیلئے رنج و الم رکھے ہیں
شاہوں کیلئے تاج و علم رکھے ہیں
"میرے لئے کیا چیز ہے؟" میں نے پوچھا
آئی یہ صدا "لوح و قلم رکھے ہیں"

حسنِ قدِ خوباں کے علم بخشے ہیں
ہر نقش میں زلفوں ہی کے خم بخشے ہیں
عرفانِ جمال کے خزانے دے کر
مولیٰ نے مجھے لوح و قلم بخشے ہیں

۲۰

زاہد کو بتا دے یہ ضرور اے مولا
دونوں میں ہے کس بات میں نور اے مولا!
مے پی کے اگر جو انکساری آ جائے
یا پڑھ کے نمازوں کو غرور اے مولا
تو مجھ کو بتا دے یہ ضرور اے مولا!
کس چیز میں ہے حسنِ سطور اے مولا!
زاہد کی کتابت ہے تو ہو گھنجلک لیکن
تحریر میں میکش کی ہو نور اے مولا!

۲۱

قطرے میں ہے بحرِ بیکراں کی تعریف
ذرّے میں ہے ربِّ لامکاں کی تعریف
خود اپنے قصیدے جو میں لکھتا ہوں جناب!
یہ بھی ہے خداوندِ جہاں کی تعریف

فنکاری جو صبح و شام کرتا میں ہوں
پھر شغلِ مے و جام جو کرتا میں ہوں
واللہ کہ ہوے داد خدا کو دیتا
اچھا سا کوئی کام جو کرتا میں ہوں

۲۲

الفاظ

لکھے ہیں فقیر نے جو شاہی الفاظ
یوں کرتے ہیں دُزدیدہ نگاہی الفاظ
حسنِ لب و رُخسار کا ہے لوح پہ رنگ
اور ہیں خمِ گیسو کی سیاہی الفاظ

ابجد میں جو ہے فضلِ الٰہی اے شیخ!
مہ پاروں کی ہے نیم نگاہی اے شیخ!
یہ اُن کے ہی گیسوؤں کے پیچ و خم ہیں
اور اُن کی ہی زُلفوں کی سیاہی اے شیخ!

۲۳

مکھڑوں کی شعاعوں میں جو لکھتا میں ہوں
زُلفوں کی گھٹاؤں میں جو لکھتا میں ہوں
یُوں لوح ہے ابیض اور عبارت ہے اسود
دن رات فضاؤں میں جو لکھتا میں ہوں

دِل پہلے تو حُروف میں کیا ہے تبدیل
لفظوں کے ظروف میں کیا ہے تبدیل
پھر اُس خمِ کاکُل کا تصوّر میں نے
لوحوں پہ حروف میں کیا ہے تبدیل

۲۴

شکوہ ترا

تِل رُخ پہ نہ ہونے کا یہ شکوہ ترا؟
اے شوخ! اکہرا حسن ہے کیسا ترا!
اُس میں بھی نہیں نقطہ نہ اس پر تِل ہے
کلمہ ہے، درود ہے، یہ مکھڑا ترا

رباعی لکھی

اک شوخ کے دیکھے خط، رباعی لکھی
ناقد نے کہا "غلط رباعی لکھی"
تھا وہ رُخِ بے خال تو میں نے اُس کی
توصیف میں "بے نقط" رباعی لکھی

۲۵

اب مجھ کو لگا ہو میں سمونا تِل ہے
اب دل کے چمن میں مجھے بونا تِل ہے
بسم اللہ میں جس طرح ہو نقطہ ایسے
اس سانولے مکھڑے پہ سلونا تِل ہے

خطِ رُخ کے انوکھے ہیں نرالا تِل ہے
خطّاط کا دل موہنے والا تِل ہے
جیسے ہو کسی حرف میں نقطہ کچھ یوں
اُس شوخ کے رُخسار پہ کالا تِل ہے

۲۶

اغیار تو بس رنگِ صنم دیکھتے ہیں
وہ حسنِ حقیقت کو تو کم دیکھتے ہیں
وہ تو فقط صورت پہ جما لیتے ہیں نظر
صورت کا جو مفہوم ہے ہم دیکھتے ہیں

تجھ میں ہے جمالِ خوش خطی کو دیکھا
معنی سے وصالِ خوش خطی کو دیکھا
لوحِ رخ پر حروفِ خال و خد میں
قدرت کے کمالِ خوش خطی کو دیکھا

۲۷

ہم حسن پرستوں کی شریعت ساقی!
اس میں ہے یہی طرزِ عبادت ساقی!
ہم نے خد و خالِ مہ وشاں میں کی ہے
آیاتِ جمال کی تلاوت ساقی!!

ہم نے تو جمالِ ماورا کو دیکھا
اور اس نے گنہ کی انتہا کو دیکھا
ہاں شیخ نے شیطان کو لیکن ہم نے
صورت میں حسینوں کی خدا کو دیکھا

٢٨

ہر حرف میں مہ پاروں کے قد بنتے ہیں
لوح پہ وہ اک حسن کی حد بنتے ہیں
کاکل کے خیال ہی میں لکھتا ہوں میں لام
ابرو کے تصور ہی میں مد بنتے ہیں

کتنی حسین بنتی ہے دکھاتا ملک ہوں
کس چاؤ سے پھر قلم چلاتا ملک ہوں
اُس نرگسی آنکھوں کا تصور کرکے
جب چشم صواد کو بناتا ملک ہوں

٢٩

اُس ہستی متجلی سے ورثے میں ملا
اللہ کے اُس ولی سے ورثے میں ملا
قرآن کی آیات کو لکھنے کا یہ شوق
مجھ کو حضرت علیؑ سے ورثے میں ملا

کہتے لوح و قلم تو عالی ہیں مجھے
دیتے مگر اُستاد تو گالی ہیں مجھے
خطاطی میں اُنگشتوں کا بھی گر رکھوں حساب
چودہ صدیاں گذرنے والی ہیں مجھے

۳۰

اُن کی تو یہ عرفانی منازل میں سے ہے
اور میرے بھی وجدانی مراحل میں سے ہے
خطّاطی میں کرتا ہوں کہ یہ بھی اے دوست!
اسلاف کے رُوحانی مشاغل میں سے ہے

میں یعنی کہ صادقین، جسکو نہیں چین
منجملۂ ساداتِ نجیب الطرفین
خطّاطی صنم کدوں میں کرتا ہی رہا
اور پھر میں روانہ ہوا سوئے حرمین

۳۱

تعلیق کے اور نسخ کے خم، دونوں کو
لو خوب یہ ملایا ہے باہم دونوں کو
خطّاطی میں یوں ایک کیا ہے میں نے
اے دوست! عرب اور عجم دونوں کو

حاسد کا تو تو چھوڑ خیال اے ساقی!
ہر اہلِ نظر، صاحبِ حال اے ساقی!
آئینۂ خطّ میں مرے ہاں دیکھتے ہیں
یہ لوگ مشیّت کا جمال اے ساقی!

٣٢

کاتب اُجرت پہ خط کو ریحاں کر دے
عارف اگر چاہے اُسے سبحان کر دے
صنم کی باندھی ہوئی محبوب کی زلف
عاشق ہی کو حق ہے کہ پریشاں کر دے

اللہ نے تخلیق کیا ہے میں نے
موباف سے آزاد کیا ہے میں نے
خطّاطوں نے خطّاطی کا چٹلا کس کر
باندھا جو تھا وہ کھول دیا ہے میں نے

٣٣

کچھ وصلیاں میں اور سجا لایا ہوں
بالکل ہی نئے جوڑ بنا لایا ہوں
اُستادوں کی جن قیدِ ریاضی میں تھے وہ
اُس قید سے ابجد کو چھڑا لایا ہوں

گھر لوح کا آباد کیا ہے اے دوست!
اک خط نیا ایجاد کیا ہے اے دوست!
اُستادوں نے ابجد کو مُقیّد تھا کیا
میں نے انہیں آزاد کیا ہے اے دوست!

٣٤

میں فیل ہوں یہ دل کو ہودہ کر لوں
تن سبز وہیں حرص کا پودا کر لوں
زردار کی گر دولتِ ناجائز میں
خطّاطی آیات کا سودا کر لوں

کرتی جو تمیز ہے تو وہ ہے تشدید
واجب جو چیز ہے تو وہ ہے تشدید
ہاں جملہ ہی اعراب میں سب سے بڑھ کر
مجھ کو جو عزیز ہے تو وہ ہے تشدید

٣٥

یہ مجھ میں جو اک عالمِ بے چینی ہے
دورانِ لہو میں رمِ بے چینی ہے
ہر نقش میں اک گردشِ بیتابی ہے
ہر حرف میں پیچ و خمِ بے چینی ہے

خطّاطی ہمارا ہے رواج اے مولیٰ!
نقاشی بھی اپنا ہے مزاج اے مولیٰ!
بیتابیٔ دل دی ہے تو پیدا کرتا
بیتابیٔ دل کا بھی علاج اے مولیٰ

۳۶

جو مجھ پہ گذرتی رہی ہے سناؤں کیونکر؟
جس آگ میں دل رہے وہ بجھاؤں کیونکر؟
اور دکھ، تکلیف کے واقف کارو!
آمد کا سماں تمہیں کرب بتاؤں کیونکر؟

جو نقش تھے پامال بنائے میں نے
پھر اُلجھے ہوئے بال بنائے میں نے
تخلیق کے کرب کی جو کھینچی تصویر
تو اپنے خدوخال بنائے میں نے

۳۷

میں روک کے ہاتھ بھائی! خوشخط لکھتا
ہوتی جو یہ شے پرائی، خوشخط لکھتا
بالفرض یہ ابیات نہ ہوتیں میری
میں ان کو پھر انتہائی خوشخط لکھتا

ہاں حسن اور عشق پہ ہیں لکھے اشعار
فی الفور ہی بہتر ہیں لکھے اشعار
معنی نہ کہیں خوش خطی سے دب کر رہ جائیں
یوں میں نے گھسیٹ کر ہیں لکھے اشعار

٣٨

دیوان

ہر چند ہوئے خطاط پر اپنا دیوان
میں نے بہت سادہ ہے بنایا دیوان
رہ جائے نہ زورِ خوشخطی پر زندہ
یوں خطِ شکستہ میں ہے لکھا دیوان

قط لگتا ہے

صورت سے کا مرے قلم میں قط لگتا ہے
پڑھنے میں ہر اک لفظ غلط لگتا ہے
اور دیکھنے میں میرا یہ طرزِ تحریر
اک بندۂ اللہ کا خط لگتا ہے

٣٩

صورت سے معانی کہ ہیں بڑھ کر اے دوست
ورنہ تو خرافات سے بھی اکثر اے دوست
لکھوں جو گھسیٹ کے تو پھر بھی مرا خط
غالب کی ہو خوشخطی سے بہتر اے دوست!

اچھا ہے

کیا مُو قلم ہی میرا فقط اچھا ہے
میرا قلم اور اس کا یہ قط اچھا ہے
ہاں قطعِ نظر اس سے کہ معنی کیا ہے
غالب سے یقیناً مرا خط اچھا ہے

۴۰

ہرگز نہ خرافات کی خطّاطی کر
بہتر ہے کہ آیات کی خطّاطی کر
لکھ اپنی رُباعیات شکستہ خط میں
غالب کی غزلیات کی خطّاطی کر

کاغذ پہ رُباعیات جو لکھتا ہوں کہیں
پھر اُن کی کتابت میں بناتا ہوں وہیں
کاتب کا تو دلوان کی تالیف کے وقت
غالب بھی تھا محتاج مگر میں تو نہیں

۴۱

مے کو اور مے کی بط کو بدلا میں نے
یعنی کہ قلم کے قط کو بدلا میں نے
اُس نے تو صحابہ کی تھی بدلی تحریر
ابنِ مُقلہ کے خط کو بدلا میں نے

اک تازہ روش پر جو میں چل دوں تو ہر کیا
زُلفِ ابجد کو تازہ بل دوں تو ہر کیا
اُس نے تو تھی اصحاب کی بدلی تحریر
یاقوت کے میں خط کو بدل دوں تو ہر کیا

۴۲

فن میں تخلیق و اختراع و ایجاد
نقل و تقلید سے میں ہوں آزاد
خطاطی میں، شاعری میں، نقاشی میں
آپ اپنا ہوں شاگرد، خود اپنا اُستاد

نقل و تقلید کرے ہے اُستاد
یوں مجھ سے ہیں برہم کہ ہمیشہ ہمزاد!
میں فن کی روایت میں بزورِ تخلیق
کرتا رہتا ہوں اختراع و ایجاد

۴۳

ابنِ مُقلہ وزیر نے بھی خدمت کی ہے
یاقوت امیر نے بھی خدمت کی ہے
پھر پردۂ لولاک میں، خطاطی کی
تھوڑی سی فقیر نے بھی خدمت کی ہے

کشتی کا، قلم و لوح کی، کھینا کیا ہے
لکھ کر مجھے یاقوت کو دھنا کیا ہے
خطاطی میں کر لیتا ہوں اپنی جیسی
ابنِ مُقلہ سے مجھ کو لینا کیا ہے

۴۴

خطّ طلی کا آبرو ہے دکھایا تم کو
نقاشی کا گیسو ہے دکھایا تم کو
اک گرہ تخلیق تھا دل میں جس کا
اک آدھی ہی ٹایلو ہے دکھایا تم کو

بخشش کا سفینہ حق جو لکھ کر آیا
خدمت تھا ملک والا سے وہ دے کر آیا
اور تنگیٔ داماں کے سبب سے تم تک
اک دانۂ موہوم ہو لے کر آیا

۴۵

ہے دور کا شاہی ہے علم سے رشتہ
خطّ طلی کا دیرینہ ہے ہم سے رشتہ
اُف کتنا وہ نازک ہے نہ پوچھو ہم سے
ابجد کا جو ہے لوح و قلم سے رشتہ

قد جب نہیں تو دار کے حلوہ کھانا
خط بعد میں اعراب کے حلوہ کھانا
خطّاطیات لکھ کر ہے بنانا اشکال
لوہے کے چنے چاب کے حلوہ کھانا

۴۶

خطّاطی کے جامے جو سِئے ہیں ملک نے
تو سرِ قوس پہ کچھ سرقے کیے ہیں ملک نے
زُلفوں سے حسینوں کی چُرا کر کچھ خم
ابجد کے حروف کو دیئے ہیں ملک نے

ابجد کے جو ملبوس سِئے ہیں ملک نے
خرچے جو تھے وہ پورے کیے ہیں ملک نے
زُلفِ خوباں سے قرض لے کر اکثر
حرفوں کو خم پیچ دیئے ہیں ملک نے

۴۷

کلک گلشنِ مانی میں خراماں اب ہو
کلک قصر میں بہزاد کے مہماں اب ہو
میخانۂ خیّام میں حیراں ہو کر
یاقوت کے کوچے میں پریشاں اب ہو

اک فنّی تلوّن جو ہے مجھ خطّاطی میں
ابجد کی ہو پوشاک کی خیّاطی میں
خانے میں رُباعی کے ملک رُسوا ہو کر
آوارہ ہو اب کوچۂ خطّاطی میں

۴۸

پاتے ہی اشارہ ذوالجلالی میں نے
پھر لے کے قلم، لوح اُٹھالی میں نے
اور اُس پہ لکھیں، خونِ جگر سے اپنے
آیاتِ جلالی و جمالی میں نے

ہر شب میں ہی تصویر دکھاتا میں ہوں
خطّاطیاں ہر روز بناتا میں ہوں
مولیٰ سے جو جوہر کا ملا تھا مجھے قرض
وہ اِس طرح مع سود چکاتا میں ہوں

۴۹

لکھنے کی جو توفیق دے قدرت اُستاد!
میں لوح پہ پھر لکھتا ہوں آیت اُستاد!
تو پرِشِ مقراض دکھاتا ہے جنہیں
وہ تو ہیں خمِ زلفِ مشیّت اُستاد!

اُستاد تو سِکّوں کو گِنا کرتے ہیں
ہم لوح پہ آیات لکھا کرتے ہیں
پھر پیچ و خمِ زلفِ مشیّت کا جناب!
لوحوں پہ شمار ہم بھی کیا کرتے ہیں

۵۰

تخلیق کے سقف و بام اٹھائے جائیں
یاقوت کے لب خوردہ کو چاٹے جائیں
مخلوقِ خدا جھوم رہی ہے مرے ہاتھ
کاتب مگر کہتے ہیں یہ کاٹے جائیں

شہباز نبی چرخ پہ منڈلایا تھا
اک پل کو نظر اس کا جو پر آیا تھا
تو چاہِ ابوجہل کا بوڑھا مینڈک
کہتے ہیں بڑے زور سے ٹرّایا تھا

۵۱

ابجد میں قدم رنجہ کیے جاتے ہیں
ہر حرف کا سر گنجا کیے جاتے ہیں
یوں گھور کے دوشیزۂ خطاطی کو
کاتب جو ہیں استنجا کیے جاتے ہیں

تقلید میں بیباک ہیں رہتے استاد
تخلیق کا غم خاک ہیں سہتے استاد
خود کو وہ سمجھتے ہیں نہایت طاہر
لیکن مجھے ناپاک ہیں کہتے استاد

۵۲

اک لوح پہ ملیدے نے رات یکجا جو لکھے
تھی نام کی میرے بات یکجا جو لکھے
کل منزل حرف ہی میں رہ کر ملیدے نے
قرآن کے مفردات یکجا جو لکھے

جو ہے ترے سامنے نہیں ہے، اے شخص!
اس نام کا کوئی بھی کہیں ہے اے شخص!
اک پیر نے صادقین رکھا مرا نام
یہ میرا تخلص تو نہیں ہے اے شخص!!

۵۳

خود اپنے طریقے میں قلندر میں ہوئے
خود اپنے سلیقے میں ہنر ور میں ہوئے
خود اپنے بنائے ہوئے آئینوں میں
خود گیر ہوئے، خود نگر ہوئے، خود گر میں ہوئے

کافی ہے کیا غور، نہیں ہے کوئی
مجھ جیسا بہر طور نہیں ہے کوئی
جو کچھ بھی مرا نام ہے، حد تو یہ ہے
اس نام کا بھی اور نہیں ہے کوئی

۵۴

مُفرد جو ہیں حرف اُن کا قانون بھی ہے
ترتیب سے آیات کا مضمون بھی ہے
اُن میں جو مرے نام کے ہیں ٹھوس حروف
اک صواد ہے، اک قاف ہے، اک نون بھی ہے

ہے قاف سے خطّاطی میں پیدا اوصاف
ابجد کا جمال حسن کا کرتا ہے طواف
بن نُقطہ ہو، یاقوت ہو یا ہو یہ فقیر
ہم تینوں کے درمیانِ اسما میں ہے قاف

۵۵

گر اپنی ثنا عام نہیں ہے دُنیا میں
پھر تو مجھے کچھ کام نہیں ہے دُنیا میں
یکتائی کا دعویٰ فقط اِس بات پہ ہے
کوئی مرا ہمنام نہیں ہے دُنیا میں

دن سے نہ سحر و شام سے اپنے خوش ہوں
فن سے ہی نہ ملے کام سے اپنے خوش ہوں
یہ اور کسی کا نہیں آس دُنیا میں
اِس واسطے میں نام سے اپنے خوش ہوں

۵۶)

کہے "اِس کا اگر اِسم تو اُس کا "جسم" نام
اور بعض تو ہوتے ہیں بہت ہی کم نام
اک نام کے ہر گلی میں ہوتے ہیں کئی
میرا کوئی دُنیا میں نہیں ہے ہمنام

دُنیا میں ہیں بے شمار و بے حد نقوی
گِن سکتے نہیں اِتنے ہیں سیّد نقوی
بس نام کے اِک تِن تنہا تم ہو
اے سیّد صادقین احمد نقوی!

۵۷)

کیسے تجھ کو خبر بنے صادقینِ محجوب بنے!
سُننا بھی ہر اِسم با مُسمّا، مجذوب بنے!
ہائے جُملہ صِفات کے علاوہ تیرا نام
لکھنے میں بھی، پڑھنے میں بھی، سُننے میں بھی ہے خوب

کیسا وہ آنا کا فِتنہ ہوگا یارو!؟
جتنا ممکن ہے اِتنا ہوگا یارو!
جب نام سے ہی اپنے ہر اِتنا مجھے پیار
پھر ذات سے اپنی کتنا ہوگا یارو؟

۵۸

میں حسن کی جس انجمنِ ناز میں ہوں
جو کچھ بھی ہوں خود اپنے ہی انداز میں ہوں
خطاط سہی، شاعر سہی، مصور سے سوا
میں اور بہت کچھ ہوں مگر راز میں ہوں

نقاش کہ خطاط کہ شاعر کیا ہوں؟
ساحر کہ صنم گر کہ مصور کیا ہوں؟
اس امر پہ اکثر ہے کیا غور مگر
کچھ عقل میں آتا نہیں — آخر کیا ہوں؟

۵۹

آئینے جنوں کو دکھاؤ گے کب تک؟
ہستی میں سکون کو نہ پاؤ گے کب تک؟
آلامِ حیات کو کہاں تک جھیلو گے؟
اور بارِ فنون کو اٹھاؤ گے کب تک؟

جو خونِ جگر ہے وہ نکالوں کب تک؟
تخلیق کا اضطراب پالوں کب تک؟
اس آہ دلِ زار کی بے چینی میں
میں کرب وجود کو سنبھالوں کب تک؟

س ۶۰

جاناں کے جمال کا جو کچھ ہو ادراک
ہو جاتی ہے اظہار کی صورت بیباک
لیلائے خیالات کا تن ڈھانپنے کو
ہیں طغرہ و تصویر و رباعی پوشاک

دیکھا قد و گیسو میں کمالِ محبوب
اُف کتنے حسین ہیں خد و خالِ محبوب
یہ طغرہ و تصویر نہیں لوحوں پر
ہے سایۂ جمالِ محبوب

س ۶۱

یہ دیکھ کے رکھتا ہے خیالاتِ جدید
اس کو زر و دینار سے نفرت ہے شدید
پھر روح القدس کے ہاتھ بھیجی تھی سمجھ
ابجد کے خزانے کی مشیت نے کلید

منہ میں لیے اک چاندی کا چمچہ ساقی!
دشمن ہوا اک قصر میں پیدا ساقی!
اور چٹکی میں ابجد کے خزانے کی کلید
میں لے کے ہوں آفاق میں آیا ساقی!

۶۲

نقاشی کا سلسلہ کہ روز و شب ہے
خطاطی کا مشغلہ بھی جاری اب ہے
قدرت کی امانت ہے یہ جوہر میرا
میں اس میں خیانت کروں ممکن کب ہے؟

جالوں سے لکھ دو کسی کے جو ملیں شام و پگاہ
ابیض جو تھے قرطاس وہ کرتا تھا سیاہ
کرتا ہی رہا گردشِ ایام نے پھر
اک بال مرا کر دیا چٹا ناگاہ

۶۳

پردے جو عدم کے ہیں اُٹھا دوں اے کاش
ہر نقش وجود میں دکھا دوں اے کاش
تخلیق کا بے حساب مجھ پر ہے حساب
مر جانے سے پیشتر چکا دوں اے کاش

دن رات جو میں اپنے کمالات میں ہوں
اے حورِ اجل! تیرے خیالات میں ہوں
اک تو ہی کرائے گی رہائی میری
میں قید کی ہری کی جو حوالات میں ہوں

٦٤

پھر ہے کیا رنگوں کا جھمیلا میں نے
اُس تیل سے فن کا کھیل کھیلا میں نے
اِس اپنے بدن کی ہڈیوں کو دن رات
تخلیق کے کولھو میں ہے پیلا میں نے

پھر جا کے کہیں نقش بنایا میں نے
اُس نقش میں پھر رنگ لگایا میں نے
اُس خونِ جگر میں ہڈیوں کا اپنی
جب تیل نکال کر ملایا میں نے

٦٥

پتھر پہ ہو کندہ حرف گہرا جیسے ہو
جو وقت نے اُس میں پھر اسیاہی جیسے ہو
جتنا کہ مٹاتی ہے یہ دنیا مجھ کو
اُتنا ہی جلی ہو کے چمکتا جیسے ہو

سایہ ہے حسینوں کا خدا کا سایہ
اِس دل پہ ہے جس زلفِ رسا کا سایہ
اُس شے کے مفہوم سے آگے بالکل
مُہمل سی ہر اک چیز ہما کا سایہ

۶۶

کب خود مری قوت سے ہلاتی مرا ہاتھ
ہاں غیب کی طاقت سے چلاتی مرا ہاتھ
ظاہر میں قلم میں ہوں اٹھاتا لیکن
لوحوں پہ مشیت سے گھماتی مرا ہاتھ

ہم نقش کو پیچیدہ کیا کرتے ہیں
اور حرف خمیدہ بھی لکھا کرتے ہیں
ایسا مگر کرنے سے ہمیشہ پہلے
گیسوئے مشیت کو چھوا کرتے ہیں

۶۷

نقاشی رہی محبوب کہا کرتے تھے
خطاطی رہی مرغوب کہا کرتے تھے
کچھ سہمے ہوئے لوگ مجھے اے ناقد!
بچپن ہی میں مجذوب کہا کرتے تھے

خط بن کے جو کاغذ پہ سنورتا میں ہوں
حرف ہو کے جو لوحوں پہ ابھرتا میں ہوں
قدرت نے ہر جو راز چھپایا مجھ میں
اس راز کو تم پہ فاش کرتا میں ہوں

۶۸

تخلیق میں مُعتکف ہے یہ ہونا میرا
اب تک ہے تہِ ہستی میں نہ سونا میرا
خطاطی اُدھر ہے تو اِدھر نقاشی
وہ اوڑھنا میرا یہ بچھونا میرا

دن رات ہو جب شام یا پو پھوٹتی ہے
کتنی مرے ہاتھوں سے نہیں چھوٹتی ہے
پھر کام سے دُکھ جاتا ہے اِتنا ہاتھ
روٹی کو جو توڑوں تو نہیں ٹوٹتی ہے

۶۹

خاکوں کی قیود میں دکھاؤں گا تماشے
رنگوں کی حدود میں دکھاؤں گا تماشے
جو کچھ کہ عدم میں دیکھتا ہوں میں آج
کل تم کو وجود میں دکھاؤں گا تماشے

ننھا ہو تو اک پل میں نہا کرتا ہے
کب سے غمِ مسلسل میں نہا کرتا ہے
تخلیق تو ہو جاتی ہے آناً فاناً
شہکار تو دُھیل میں نہا کرتا ہے

۷۰

ترے لیے ہوں آپ اپنے تئیں کچھ بھی نہیں
اپنے مجھے ہونے کا یقیں کچھ بھی نہیں
جو چاہیے تھا ہونا ۔ مقابل اُس کے
میں کچھ بھی نہیں، کچھ بھی نہیں، کچھ بھی نہیں

میری خود پر ہی نکتہ چینی پہ نہ جا
تو میری رہائشِ زمینی پہ نہ جا
ہوں اپنے مقام سے بخوبی واقف
اے شخص! مری خاک نشینی پہ نہ جا

۷۱

ہر شے ہی حسیں، اِس کا یقیں ہے مجھ کو
خود اپنی پرستش مرا دیں ہے مجھ کو
یوں اپنی انا ہی کے اِسی آئینے میں
خود بینی سے فرصت ہی نہیں ہے مجھ کو

"میں کچھ نہیں" کہہ کر یہ ابھرنا کیا ہے
اپنی عظمت سے یوں مُکرنا کیا ہے؟
یہ کوئی ادب میں انکساری میری
پابندیِ تہذیب ہے، ورنہ کیا ہے؟

۷۲

تحسین کے تحفے مجھے صائب دیتا
شاباش مجھے عرفی یا طالب دیتا
خط کی مرے داد آج جو زندہ ہوتے
یا شاہجہاں دیتا یا غالب دیتا

ملاؤں کے طوفان میں لکھتے اک نظم
وہ آخری دیوان میں لکھتے اک نظم
آج حضرتِ اقبال جو زندہ ہوتے
تو خط کی مرے شان میں لکھتے اک نظم

۷۳

خود کو میں سگ گزیدہ لکھتا ہوں جناب
خود پر خود ہی جریدہ لکھتا ہوں جناب
دیتا نہیں احباب کو ہرگز زحمت
خود اپنا ہی میں قصیدہ لکھتا ہوں جناب

جب راہرو جادۂ خطاطی ہے
الواح پہ آمادۂ خطاطی ہے
حاسد تو ہیں اجرت کے غلام اور فقیر
کیا چیز ہے یہ شہزادۂ خطاطی ہے

۷۴

خطّاطی میں اک بات ہے نوری اے دوستے!
تصویر نہیں کوئی ادھوری اے دوستے!
جو کچھ مرے کاموں میں کسر رہتی ہے
باتور سے وہ کر دیتا ہوں پوری اے دوستے!

نقاشی کہ حد درجہ ہے مشکل اے دوستے
خطّاطی میں بے حد ہیں مسائل اے دوستے
باتور کے بہلانے کے ہنر میں لیکن
مجھ کو یدِ طولیٰ تو ہے حاصل اے دوستے!

۷۵

جس پر ہر اک اُستاد تھا مرتا ساقی!
میں نے اُسے اک نظر جو دیکھا ساقی!
تو آن کی آن میں جواں ہو گئی پھر
خطّاطی کی وہ بوڑھی زُلیخا ساقی!

کہتی ہوئی "ہائے خدمتِ فن کر" اُبھری
خطّاطی کی بوڑھی لاش تن کر اُبھری
جیسے ہی کہا تھا "قُم بِاذنی" ملک نے
دوشیزۂ خوبرو وہ بن کر اُبھری

۷۶

قسمت نے مجھے پیش کیا تھا کیا کیا
رد کر کے مگر میں نے لیا تھا کیا کیا
مجھ میں تو تھی اک خوئے قناعت، ورنہ
مولیٰ نے تو بندے کو دیا تھا کیا کیا

تاجِ نازک و پائے سختِ طاؤس
شاہیں ہوں نہیں بنوں گا رختِ طاؤس
ٹوٹی ہوئی اِسے جوتی کے بدلے مجھ کو
ٹھکراؤں گا، تم دو گے جو تختِ طاؤس

۷۷

اُستاد قوانین بتا دیتے ہیں
شہ دولہ کے چوہوں کی سزا دیتے ہیں
شاگرد کے جوہر پہ یہاں ہی کس کر
کنٹوپ اصولوں کے چڑھا دیتے ہیں

جب توڑیں جو کہنہ تھیں قیود اے ساقی!
پارینہ اصولوں کی حدود اے ساقی!
تڑوا دیا یوں قدرتِ حق نے مجھ سے
خطّاطی پہ صدیوں کا جمود اے ساقی!

۷۸

اے شخص! نہ ہابیل نہ قابیل سے پوچھ
دریافت کر قرآن سے، انجیل سے پوچھ
لاہوتی صفات ہیں جو میرے فن کی
جبریل و عزازیل و سرافیل سے پوچھ

واقف نہ تو بوالہوس نہ اہلِ کیں ہے
وہ کیوں مرے ایمان پہ نکتہ چیں ہے
خطاطی و تصویر و رباعی کیا ہیں
یہ حسن پرستی کے اصولِ دیں ہے

۷۹

ابجد میں جمالِ نو کا عالم آئے
خطاطی کے میدان میں تو ہم آئے
زلفوں کی گھنی چھاؤں میں لکھنے کے سبب
حرفوں میں نئے پیچ نئے خم آئے

خطاطی میں اک کیف و سرور آتا ہے
وہ حسن بھی لوحوں پہ ضرور آتا ہے
مکھڑوں کے چراغوں کا تصور کر کے
لکھتا ہوں تو تحریر میں نور آتا ہے

۸۰

میں نے تھی جگہ خالی تو لکھیں آیات
دیکھیں الٹی جب کالی تو لکھیں آیات
آیات کو دیکھا تو بنائے مکھڑے
مکھڑوں پہ نظر ڈالی تو لکھیں آیات

مہ یار دل کے گھر سے میں بھی لکھ سکتا ہوں
شام اور سویرے میں بھی لکھ سکتا ہوں
مکھڑوں کے تصور سے جلا کر ملے چراغ
زلفوں کے اندھیرے میں بھی لکھ سکتا ہوں

۸۱

بیٹھا ہوا ایک جبین پہ لکھا کرتا ہوں صاف
اُس پر نہ تو ہے کھیس نہ چادر نہ غلاف
بن مقلہ و یاقوت کی رُو چلے آکر
ٹوٹی ہوئی اُس چوکی کا کرتے ہیں طواف

تکیے میں تو ہر جسم کا جا کر ہوا حج
صدیوں میں کسی کا حج اگر ہوا حج
کر کے مری ٹوٹی ہوئی چوکی کا طواف
روحِ یاقوت کو میسر ہوا حج

۸۲

مجھ آدمی ننگے کا جو رسم الخط ہے
پھولوں میں پتنگے کا جو رسم الخط ہے
اشرافِ زمانہ میں بہت ہے مقبول
مجھ جیسے لفنگے کا جو رسم الخط ہے

مخلوقِ خدا دیکھ کے کہتی ہے یہ میرا!
جس نے یہ لکھا ہوگا وہ پہنچا ہوا پیر
اک خلوتیٔ خاص کا خط لگتا ہے
مجھ جیسے لفنگے کا یہ طرزِ تحریر

۸۳

ہم نیک ہی کاموں کا تہیہ تھے کیے
چُن کر ہی تو کارِ خیر بھیّا! تھے کیے
مولیٰ نے کرم خاص سے ورنہ ہم کو
اسبابِ گناہ سب مُہیّا تھے کیے

یارو! ہمّت کو اپنی جانچے ملیں ہو
تم جن میں تھے وہ توڑتا سانچے ملیں ہو
ساحل کے تو کر رہے ہو سجدے تم لوگ
طوفانوں کے مارتا طمانچے ملیں ہو

۸۴

تصویروں میں جو عیب ہے بڑھ کر دیکھو
سچ نقص ریا عیوب کے اندر دیکھو
سونے کی تیلیے تلوار بنا کر لوگو!
لوہے کا بنا رہا ہوں زیور دیکھو

کہتی ہے پھلانگ کا فسانہ لنگڑی
گاتی ہے چھلانگ کا ترانہ لنگڑی
نقاشی و خطاطی تو بیساکھی ہے
ہے میری انائے شاعرانہ لنگڑی

۸۵

میری یہ انائے شعر، اہلِ دانش!!
مجروح تھی اور اس میں نہیں تھی تابش
نقاشی نے تو بسترِ اوراق پہ
خطاطی کے تیل سے کی اس کی مالش

ہم میں تو نہیں ہے پر جام رہے گا ہیرا
مر کر بھی یہاں کچھ تو کام رہے گا ہیرا
بالفرض جو شاعروں میں باقی نہ رہا
تک سے بندوں میں تو نام رہے گا ہیرا

۸۶

اے دوست! اِن شاعر نہ مصوّر ملتے ہوئے
اک مسئلۂ باطن و ظاہر میں ہوئے
شاعر مجھے نقّاش سمجھتے ہیں مگر
نقّاش یہ کہتے ہیں کہ شاعر ملیں ہوئے

اِن دونوں ہی حرفوں میں ہے میری تقصیر
تو اُس کو چھپانے کی یہی ہے تدبیر
میں شعر مصوّر کو سنا کر اپنا
شاعر کو دکھاتا ہوں پھر اپنی تصویر

۸۷

دشمن ہے تو سے یہ زر کے سکنے والا
میں اپنے اصول پر ہوں ٹکنے والا
سِکوں کی وہ جھنکار میں ہوتا ہے فروخت
میں دل کی ہوئے دھڑکنوں میں بکنے والا

مہ پاروں کی تاثیرِ جمال اے ساقی
لوحوں پہ ہر تصویرِ کمال اے ساقی
زردار جو پوچھتا ہے اِنکی قیمت
زردار کو محفل سے نکال اے ساقی!

۰۸۸

ہر چند بہت سے ہی بے رنگے ہیں مرے ہاتھ
کب نقش نگاری میں رُکے ہیں مرے ہاتھ
بچپن سے شبانہ روز لکھتے لکھتے
اِس عمر میں اب سُوجھ چکے ہیں مرے ہاتھ

فن کی چل تو رہی ہے ریڑھی یارب!
سطریں لکھتا ہوں ٹیڑھی میڑھی یارب!
لکھتے ہوئے آیاتِ جنوں بچپن سے
اب اُنگلیاں ہو چکی ہیں ٹیڑھی یارب!

۰۸۹

لیلائے فنون کی نشانی کیا تھی؟
خطاطی و تصویر بنانی کیا تھی؟
بے چینی میں جاگ کے گزاری میں نے
اِک ہجر کی شب تھی، زندگانی کیا تھی؟

گلشن کے نظارے میں بھی میں سوچتا ہوں
ہر وقت کے دھارے میں بھی میں سوچتا ہوں
پہلے فقط زندگی پہ کرتا تھا میں غور
اب موت کے بارے میں بھی میں سوچتا ہوں

٩٠

مجھ کو وہ مری قدر بتادیتی رہے
نظروں کو عقیدت میں بچھا دیتی رہے
بکتا ہے اگر شیخ جو گالی تو بکے
اُس کی مجھے بیٹی تو دعا دیتی رہے

کل حسن کے مضمون میں مکتوب ملا
دشنام کا موضوع اُسے خوب ملا
قدرت ہے خدا کی اُس کی بیٹی ہی کا آج
تعریف میں میری مجھے مکتوب ملا

٩١

اُس کوچے میں ہر قدم پہ تھم کر گذرے
رنگین مقامات پہ جم کر گذرے
بدنامی کے خوف سے جو تم سے نہ ہوا
رسوائی کے شوق میں وہ ہم کر گذرے

اک شانِ حقیقت ہے مجازِ مینا
ہم کب سے اٹھا رہے ہیں نازِ مینا
مولیٰ کے کرم خاص کے باعث ہم سے
ہوتی ہی نہیں قضا نمازِ مینا

۹۲

لکھتا ہوں کبھی کبھی، ہمیشہ تو نہیں
میرا قلم مزدور کا پیشہ تو نہیں
اہلِ ہوس بے سود ہیں مجھ سے ناراض
خطاطی مرا شوق ہے، پیشہ تو نہیں

حاسد کی نگاہ میں تو جھبکی آیت
تو خونِ جگر کی طرف لپکی آیت
الواح پہ پیچ و خمِ ابجد کو لئے
پھر میری اِن انگلیوں سے ٹپکی آیت

۹۳

صحراؤں میں لالہ زار جیسے ساقی!
ویرانوں میں شالامار جیسے ساقی!
قلموں میں مرا قلم ہے بالکل ایسے
چھریوں میں ہو ذوالفقار جیسے ساقی!

جنگلی ٹولے میں آگئی مندر جیسے
نالی کہے ہو سامنے سمندر جیسے
بستی کے "تصوروں" میں ایسے ملے ہو
ٹھیکیداروں میں ہو قلندر جیسے

۹۴

خطاطی میں جو ملے زریں کی گُل ریزی
جس پر ہے مزاج کا تھا اس میں تیزی
اس پر مجھے داد اُن کو ڈھیٹ ہی دیتے
آج ہوتے اگر میر علی تبریزی

الوان کے ایوان میں کیا کیا لکھتا
خطاطی کے میدان میں کیا کیا لکھتا
آج ہوتا جو صاحب "مراۃ العالم"
جانے وہ مری شان میں کیا کیا لکھتا

۹۵

جن کو نہیں آتی خس و خاشاک کی بات
اُن کو نہ بتا وسعتِ افلاک کی بات
کیا سمجھیں گے چاہِ بوجہل کے مینڈک
پروازِ عقابِ شہِ لولاک کی بات

اب تو وہ نہتا ہے کروں کیا ساقی؟
اب بخشا ہوے اُس کو کہ ہو آفاقی
دشمن کے تو ٹوکرے میں پتھر ہوئے ختم
میرے ترکش میں تیر سب ہیں باقی

٩٦

خطّاطی ہو، صبح و شام کرنے والا
نقّاشی ہو، میں مُدام کرنے والا
میں جُملہ فنون میں، بہ فضلِ ربّی
ہوں خونِ جگر سے کام کرنے والا

اللہ کے ہم نام لکھا کرتے ہیں
اہلِ ہوس اوہام لکھا کرتے ہیں
اور اپنے ضمیر کی سیاہی سے یہ لوگ
خط میں ہمیں دُشنام لکھا کرتے ہیں

٩٧

اُستادوں نے تو آنکھ دکھائی ساقی!
نقّادوں نے تیوری چڑھائی ساقی!
غالب نے کلام پر تو میں نے خط پر
کچھ رُوح القُدس سے داد پائی ساقی!

کاتبِ حرفِ عناد دیتے ہیں مجھے
گالی اہلِ فساد دیتے ہیں مجھے
لیکن مری خطّاطی کی اکثر آکر
جبریلِ امیں تو داد دیتے ہیں مجھے

٩٨

تو نے پڑھی وحشتِ نظر کے باعث
"لاحول" تمازتِ نظر کے باعث
ہم نے اسی جلوے پہ کیا وِردِ دُرود
اے شیخ! انفاسِ نظر کے باعث

اے شیخ! اب یہ قانونِ نظر کا ایسا
عریانی پہ جھکا ہے تو کیسا کیسا
یہ تیری نگاہ کا ہے فرمہ جیسا
ڈھل جاتا ہے کیسا ہی ہو جلوہ ویسا

٩٩

بدبیں سوئے باغ آتا ہے سب کو سمجھاؤ
بیلوں سے یہ کہہ دو کہیں جا کر چھپ جاؤ
کھلتی ہوئی کلیوں پہ بھی چادر ڈالو
سیبوں کے درخت کو بھی بُرقع پہناؤ

مُلّا ذاتِ خدا سے ڈرتا ہی نہیں
آئینۂ عرفاں میں سنورتا ہی نہیں
اک جلوۂ پُرنور کو کہتا ہے نجس
سانچے کو نظر کے پاک کرتا ہی نہیں

۱۰۰

کپڑا ہی ہے کیا جسمِ بشر کا پردہ
کوئی نہیں چشمِ فتنہ گر کا پردہ
پھر جلوۂ عریاں کو بھی دیکھے مستور
واعظ کو نصیب ہو نظر کا پردہ

تصویروں میں شکلیں ہیں وقار و پُر نور
تجھ کو نظر آتی ہیں فحش عقل سے دور
جلوہ اگر ڈھل جاتا ہے عریاں واعظ!
تو تیری نگاہ کے ہے سانچے کا قصور

۱۰۱

بد بیں کو تو کیا خاک نظر آتا ہے
نظروں ہی کا پیچاک نظر آتا ہے
اور طرزِ نگاہ میں نجاست کے سبب
ہر جلوہ ہی ناپاک نظر آتا ہے

اصنام کا پھر جلوۂ بیباک کرے
پھر حسنِ حقیقت کا وہ ادراک کرے
بس آنکھ کے دھونے سے تو بنتی نہیں بات
زاہد سے کہو اپنی نظر پاک کرے

۱۰۲

ہیں اہلِ قبا، حُسنِ سخن پر برہم
ہیں میری مُصوّری کے فن پر برہم
جن لوگوں کی رہتی ہے برہنہ رُوحیں
کیوں ہیں مری عُریانیِ تن پر برہم؟

راجہ ہے بدن اور ہے بھنگی رُوحیں
کرتی رہتی ہے خانہ جنگی رُوحیں
ملبوس قباؤں میں ہے جن کے اجسام
ہے وحشتِ ہوس میں اُن کی ننگی رُوحیں

۱۰۳

تصویروں میں ہے حُسن نمایاں ساقی!
اِن کو تو وہ یوں کہتے ہیں عُریاں ساقی!
خود دیدۂ سالوس کی بیباکی ہیں
عُریانی کے زاویے ہیں پنہاں ساقی!

کر پاک نظر آنکھ کو مَل کر اے شیخ!
عُریانی پہ کر بات سنبھل کر اے شیخ!
جلوے کی تو سادگی ہی ننگی ہو لی
سانچے میں تری نظر کے ڈھل کر اے شیخ!

۱۰۴

چٹکن کوئی نرٹی تھی چھوڑی میں نے
پھر مجھ وسے میں ہڑبڑی تھی چھوڑی میں نے
لاہور میں مچ گئی ہے اُسی سے ہلچل
چھوٹی سی جو پھلجھڑی تھی چھوڑی میں نے

پھرتا ہوا رنگ ہوئے اکیلا یار بے!
میں مست و ملنگ ہوئے اکیلا یار بے!
نرغے میں یہاں خود و زرہ والوں کے
میں ننگ دھڑنگ ہوئے اکیلا یار بے!

۱۰۵

ہاں مُفتیِ شہر نے تو فتوے بھیجے
اور مجھ کو حسینوں نے لفافے بھیجے
نیلے کاغذ پہ اپنے تحفے خط میں بھیجے
فن پر میرے لکھ لکھ کے قصیدے بھیجے

غزلوں سے نخالوں میں بہت ہوئے مقبول
رنگین رسالوں میں بہت ہوئے مقبول
تیے بگڑلوں والوں میں بڑا ہوئے ملعون
اور گیسوؤں والوں میں بہت ہوئے مقبول

۱۰۶

ہو شرع کا پندار، نہ سمجھے مُفتی
اِتنا ہی سا اے یار! نہ سمجھے مُفتی
بے دین ہوں، خوش رہے، وضع سے میری
مجھ کو کہیں دیندار نہ سمجھے مُفتی

طرّار اور چالاک نہیں ہوں واعظ!
اِس امر میں بیباک نہیں ہوں واعظ!
مسجد میں اگر جاؤں تو کیسے جاؤں؟
ہوں صاف مگر پاک نہیں ہوں واعظ!

۱۰۷

مُلّا انگور کر رہے ہیں پکّے
سب وعدۂ حُور کر رہے ہیں پکّے
دے دے کے فقیر ہر وہ کچّے فتوے
جنّت میں قصور کر رہے ہیں پکّے

مومن تو ہیں ظاہر ہی بظاہر ساقی!
اِس پر مجھے آتی ہے ہنسی پھر ساقی!
اندر سے جو کافر ہیں، ہیں ہم سمجھے
اِس پر کہ میں باہر سے ہوں کافر ساقی!

١٠٨

حق کی میزان میں کذب تولوں؟ واعظ!
میں کیوں درِ مصلحت کو کھولوں؟ واعظ!
میں اس لئے پیتا ہوں شرابِ انگور
جب بھی بولوں تو سچ ہی بولوں واعظ!

تم کیلئے زاہد جو ہے کیا کہتا ہے
الفاظ خراب حد سے سوا کہتا ہے
پی کے جسے سچ ہی بولتا ہے بندہ
وہ ایسی دوائی کو بُرا کہتا ہے

١٠٩

ہر چند کہ ہے مارکس کا ہی خبط مجھے
ابجد کی نگارش سے نہیں ضبط مجھے
عشق اور وراثت ہی کی مجبوری میں
خطاطئ آیات سے ہے ربط مجھے

میں لینن و ٹراٹسکی کا ہو کر ہمزاد
اس دور میں جو دور ہے دورِ الحاد
آیاتِ جمال جو ہوں لکھتا ہوں اُس پر
مجھ کو یہاں گالیاں ہیں دیتے اُستاد

۱۱۰

اے اہلِ ریا! خوب ہے معلوم بھی ہے
دل والوں کا محبوب ہے معلوم بھی ہے
ہو جس کو مغلظات دیتے دشنام
پہنچا ہوا مجذوب ہے معلوم بھی ہے

تصویر کے آیا ہے برابر حاسد
گالی مجھے دے رہا ہے بڑھ کر حاسد
ننگی نظر آ رہی ہے اُس کی بُری سوچ
جامے سے نکل گیا ہے باہر حاسد

۱۱۱

اچھا ہے مجھے کیا خاک کہے گا واعظ
"تنہا میکش بیباک" کہے گا واعظ
مرنے پہ مرے روئیں گے مہوش لیکن
"خس کم تو جہاں پاک" کہے گا واعظ

میں بغض کے انبار سے کیا لایا ہوں
اُس میں بھی عقیدت کی ادا پایا ہوں
جو زہر کہ واعظ نے مرا اگلا اُس سے
تریاق نکالے ہی چلا جاتا ہوں

۱۱۲

اِس دور میں یہ دیکھ تماشا اے یارا!
سن شعر و مصوری پہ اُن کی گفتار
مُلّاؤں کا مضمون ہے فن اور فنکار
کیا قربِ قیامت کے ہیں یہ بھی آثار؟

زاہد نے رہ میں مری بوئے جو ببول
قدرت نے اُگائے ہیں بناکر وہ پھول
پگڑی والوں کی بد دعائیں یعنی
اُلٹی کر کے خدا نے کرلی ہیں قبول

۱۱۳

بندے کو خراب ہے سمجھتا زاہد
سرتاپا عذاب ہے سمجھتا زاہد
بس یوں کہ یہ پانی ہر کٹورے میں مرے
زمزم کو شراب ہے سمجھتا زاہد

اُس کے بھی غرور و سرگرانی کی ہے حد
میری بھی ہیچ مدانی کی ہے حد
زمزم بھی اگر پیوں تو کہتا ہے شراب
زاہد کی بھی مجھ سے بدگمانی کی ہے حد

۱۱۴

مئے الست سے ہے اپنا رختِ ہستی
اے دنیا اجلاتا ہوں بوقتِ ہستی
نکلے جو کھری فلک کا اُس سے سونا
تو کھوٹی کسوٹی پہ ہے اُس کو کستی

میں پھر بھی مگر خونِ جگر سے ہر کام
لو خوب یہ شب و روز ہوں دیتا انجام
لعنت سے ملاقات کے علاوہ گرچہ
ملنے کا نہیں کوئی بھی مجھ کو انعام

۱۱۵

کھانے میں نہ تو پیش نہ بس شیخ کو ہے
روٹی کی طلب ہے تو وہ بس شیخ کو ہے
مجھ کو تو ہے بس دخترِ انگور سے عشق
اور دخترِ گندم کی ہوس شیخ کو ہے

جو نار ہے اُس نور سے میرا ہوا عقد
فردوس کی اُس حور سے میرا ہوا عقد
زاہد نے کی دخترِ گندم آغوا
اور دخترِ انگور سے میرا ہوا عقد

۱۱۶

دین بیچ کے جو کھاتے ہیں جو کھانے کیا کیا
اسلام کے کرتے ہیں بہانے کیا کیا؟
دیتے ہیں قلندری پہ میری فتوے
حجروں میں جو کر رہے ہیں جانے کیا کیا

روحانی سفینے میں نہیں کھاتا ہوں
عرفانی قرینے میں نہیں کھاتا ہوں
مُلا کھاتا ہے ایک دن میں جتنا
میں ایک مہینے میں نہیں کھاتا ہوں

۱۱۷

یہ تو نہیں، قُدرت کا اشارہ نہ ہوا
مدینے پہ چلا سوئے کفر یارا نہ ہوا
اسلام سے ہندو کا مشرف ہونا
اسلام کے مُفتی کو گوارا نہ ہوا

یارب! یہاں مومن کا گذارا ہی نہیں
کافر ہی رہوں گا کوئی چارا ہی نہیں
ہونا اگر میں چاہوں مُسلماں سچا
یہ چھوٹے مُسلماں کو گوارا ہی نہیں

۱۱۸

ترکِ اسلام

لو کر چکا صادقین ترکِ اسلام
خطاطی نہیں اب ہے بنانا اصنام
ماتھے پہ وہ اب کھینچ رہا ہے قشقہ
کل لوح پہ لکھتا تھا جو اللہ کے نام

پھر کیا کیا؟ کچھ شیخ جو آئے ملنے
خیمے کے وہ باہر ہی بٹھائے میں نے
اور جلدی سے ماتھے پہ بنا کر قشقہ
سجدوں کے نشانات چھپائے میں نے

۱۱۹

زاہد کے لب پر بھی ہیں میری باتیں
محراب کے اندر بھی ہیں میری باتیں
میخانوں کے "کاؤنٹر" سے آگے بڑھ کر
اب تو سرِ منبر بھی ہیں میری باتیں

زاہد پہ طاری رہیں میری باتیں
ہلکی نہیں، بھاری رہیں میری باتیں
مسجد میں تو کل وعظ میں زیرِ محراب
منبر سے بھی جاری رہیں میری باتیں

١٢٠

واعظ جو ہے اُس روز خدا ہوتا ہے
کافر مجھے کہتا ہے، خفا ہوتا ہے
جمعے کا تو دِن ہے بعدِ نمازِ جمعہ
بندے کیلئے رُوزِ جزا ہوتا ہے

ہاں تیز ہے، طرّار ہے دیکھو کیسا؟
ہر بات میں ہشیار ہے دیکھو کیسا؟
حجرے میں ہے کچھ اور سرِ منبر کچھ ہے
مُلّا بھی اداکار ہے دیکھو کیسا؟

١٢١

رہزن ہوں، رہ نما سمجھتے ہیں مجھے
صرصر ہوں مگر صبا سمجھتے ہیں مجھے
جو کچھ بھی ہوں، مجھے خبر ہے اور لوگ
منجملۂ اولیا سمجھتے ہیں مجھے

اس اپنے معاشرے میں کیا ہوتا ہے
ظاہر جو ہے باطن سے جُدا ہوتا ہے
یعنی کہ منافقانہ قدروں کے سبب
بد اچھا اور بدنام بُرا ہوتا ہے

١٢٢

اے اہلِ ریا خوب تھے، معلوم بھی ہے
دل والوں کا مجذوب ہے، معلوم بھی ہے
ہو جس کو مغلظات سے دیتے دشنام
پہنچا ہوا مجذوب ہے، معلوم بھی ہے

دیتے ہیں حسیں پھولوں کی ڈالی مجھ کو
اور اہلِ نظر کہتے ہیں عالی مجھ کو
اِس شہر کا ہر اک مقامی اخبار
لکھتا ہے مغلظات سے گالی مجھ کو

١٢٣

بولی قومِ ثمود، باقی کب ہے
الہام کا اب وُرود باقی کب ہے
خطاطی صادقین اعلیٰ ہے مگر
اب اُس میں وہ دم درود باقی کب ہے

تصویر دکھانے میں مزا اور ہی ہے
خطاطی بنانے میں مزا اور ہی ہے
یاروں کی خوشی میری خوشی ہے لیکن
دشمن کو جلانے میں مزا اور ہی ہے

۱۲۴

اے اہلِ غرض! مانا کہ جی لیتے ہو
دانائے منافع کو بھی پی لیتے ہو
جس قوم کو تم نے اپنا پلایا ہے لہو
اس قوم کے تم خون کو پی لیتے ہو

پتھر نہیں میں لعل و گہر بیچا ہوں
تیری طرح کب لے کے میں زر بیچا ہوں
مہنگا جہاں تک رہا ہے گدلا پانی
میں نے مفت وہاں خونِ جگر بیچا ہوں

۱۲۵

حق گوئی ہے نورِ عین جاری تجھ تک
عرفاں کی ہے زیب و زین جاری تجھ تک
جو سلسلہ منصور سے سرمد تک تھا
سرمد سے ہے صادقین جاری تجھ تک

حق نے جو دماغ کو کیا ہے روشن
پھر میں نے ایاغ کو کیا ہے روشن
شمعِ منصور کو فروزاں کر کے
سرمد کے چراغ کو کیا ہے روشن

۱۲۶

جب ہوں ہی میں کافر تو بنا لیے کیوں ہیں
اصنام پہ نظر دل سے جما لیے کیوں ہیں
جب میں نہیں جاتا کبھی مسجد کی طرف
مُلّا مرے بتکدے میں آ رہے کیوں ہیں

مے خانے میں واعظ کا بلانا مجھ کو
گوشے میں پھر اک جام پلانا مجھ کو
اور میرا وہ انکار کہ بارے میں کہاں
پڑ جاتا ہے مسجد میں بھی جانا مجھ کو

۱۲۷

خط کے اور رنگ کے پڑے ہیں پیچھے
مجھ مست و ملنگ کے پڑے ہیں پیچھے
کتنے ہی یہاں اہل قبا، جھاڑ کے ہاتھ
مجھ ننگ سے دھڑنگ کے پڑے ہیں پیچھے

عارف کو تو ہے مجھ سے محبت ساقی!
لیکن ہے منافق کو عداوت ساقی!
لاہور سے مجھ کو بھی ہے ہونے والی
دِلّی سے جو سرہند کو تھی نسبت ساقی!

۱۲۸

جب شیخ عبادت پہ بہت نازاں تھا
اور اپنی طہارت پہ بہت نازاں تھا
تو اُس کی طہارت کے طریقے سُن کر
میں اپنی نجاست پہ بہت نازاں تھا

تن کیلئے احکام دقیقہ بھی سُناؤ
غُسلِ مخصوص کا سلیقہ بھی سکھاؤ
نظریں بُرا کام کر کے طاہر ہوں مجھے
اے اہلِ شریعت وہ طریقہ بھی بتاؤ

۱۲۹

جو شرع کا کر رہے ہیں دھندا وہ جناب
لوٹ ڈال کے اک کالا سا پھندا وہ جناب
خود نکلے ہیں پاک صاف ہو کر لیکن
حمّام کو کر گئے ہیں گندا وہ جناب

زاہد حدِ ایام سے ہو کر گذرا
فارغ وہ عجب کام سے ہو کر گذرا
پھر دائرہ شرع کے مرکز کی طرف
وہ خانہ حمّام سے ہو کر گذرا

۱۳۰

یہ اور ہی ہے بات کہ اقوال ہوں ٹھیک
دل تو ہو غلط اور خدوخال ہوں ٹھیک
جب میرے ہی کرتوت نہایت ہیں خراب
واعظ کے ضروری نہیں اعمال ہوں ٹھیک

جب راہِ شریعت میں چلا اے ساقی!
تو خود کو بہت پاک کیا اے ساقی!
پڑتے ہوئے پانی کی رگڑ سے تن پر
پھر آنے لگا مجھ کو مزا اے ساقی!

۱۳۱

واعظ! تو ہر اک بات میں بل ڈالتا ہے
عرفان کے پھولوں کو کچل ڈالتا ہے
کب تیری نماز میں کبھی ہوتا ہوں مخل
تو کیوں مری مستی میں خلل ڈالتا ہے

تم کو تو ہے حلوے کا سہارا اسلام
اور ہم کو ہے نور کا منارا اسلام
وہ تو ہے بہر کیف تمھارا اسلام
اور یہ ہے بہر حال ہمارا اسلام

۱۳۲

جو آج منڈاسے ہے، لنگوٹے ہوں گے
ہم ہوں گے کھرے اور یہ کھوٹے ہوں گے
مینا بکف ہم رند اُٹھلیں گے سرِ حشر
واعظ جو ہے تھامے ہوئے لوٹے ہوں گے

پھر تھاہ میں کوثر کی اُتر جائیں گی
یا ڈوب کے تسنیم میں مر جائیں گی
مُلّاؤں کو۔ مُلّا اگر جنت میں گئے
حوریں اگر دیکھیں گی تو ڈر جائیں گی

۱۳۳

نقش میں تھا جلوۂ ایماں ساقی!
ہر سمت تھا مایوس و پریشاں ساقی!
کل میری نمائش میں اک مولوی آئے
یہ سن کے کہ تصویر ہے بھاگے ساقی!

حرفِ بخت مٹا گیا ہے پانی
نقشِ وحشت بنا گیا ہے پانی
سن کر مری تصویروں کے دو اک عنوان
مُلّاؤں کے منہ میں آ گیا ہے پانی

١٣٤

کب سے شرق کے اور غرب کے پیوند میں ہے
ہم یاروں کے لیکن دل خورسند میں ہے
مجھ بندۂ درویش خاکی اسمت کا گھر
دلی نہ صفاہاں نہ سمرقند میں ہے

البرز نہ الوند کا باشندہ ہوں
دلی نہ سمرقند کا باشندہ ہوں
ساری دنیا مرا وطن ہے یعنی
میں ارضِ خداوند کا باشندہ ہوں

١٣٥

خود اپنے کفن کو ملک سینے آیا ہوں
شہروں سے ہٹے حسن سینے آیا ہوں
یہ سوچ کے اک اچھی جگہ مر جاؤں
لاہور میں مرنے کے لیے آیا ہوں

اس شہر کے لوگوں کو صدائیں دینے
ہاں بدلے وفاؤں کے وفائیں دینے
پہنچا ہوں بزرگوں کو میں کرنے کو سلام
آیا ہوں حسینوں کو دعائیں دینے

۱۳۶

افلاک کے تو لیے تارے میں نے
ہر دولتِ دُنیا کے ٹپارے میں نے
اِس اپنے قلندرانہ شیوے کے سبب
نوکِ پاپوش پر رکھے مارے میں نے

دولت کا فلک راہ میں بچھا ہی رہا
شہرت کا قمر مجھ کو بلاتا ہی رہا
میں کوچۂ محبوب سے نکلا ہی نہیں
میں کوچۂ محبوب میں بیٹھا ہی رہا

۱۳۷

گرمی میں اُسی قسم کی لُو آتی رہے
سردی میں بھی ویسی ہی نمو آتی رہے
میں نے تو لوسے لاہور میں ڈالا ہے پڑاؤ
لاہور میں دلّی کی سی لُو آتی رہے

چھوڑوں کیونکر میں گلستانِ لاہور؟
کانٹے اور پھول ہیں نشانِ لاہور
مجھ پر برہم ہیں واعظانِ لاہور
لیکن خوش تو ہیں مہ وشانِ لاہور

۱۳۸

جب حسن لی وزیر ور کی کہانی میں نے
شاہوں کی جو تھی بات زمانی میں نے
اور نیلم و لعقوت میں تلنے کی بجائے
شہرِ جاناں کی خاک چھانی میں نے

حاکم مجھے اک جہان دینے کو چلا
اپنا حرم اور نشان دینے کو چلا
ان سب پہ ہی اک مار کے ٹھوکر پھر میں
شہرِ جاناں میں جان دینے کو چلا

۱۳۹

ماضی کے نہیں حال کے ہوں طور میں میں
اِس دور کا خطاط ہوں اِس دور میں میں
پہلے کبھی بغداد میں یاقوت بھی تھا
موجودہ زمانے میں ہوں لاہور میں میں

نقاشی کی اندور کا پانی پی کر
کی شاعری بجنور کا پانی پی کر
جب مرکزِ خطاطی میں آیا میں نے
خطاطی کی لاہور کا پانی پی کر

۱۴۰

اس شہر کو کچھ اور سجایا ملک نے
ابجد کا نیا طور بنایا ملک نے
خطاطی میں، بغداد کے آئینے میں
لاہور کو، لاہور دکھایا ملک نے

اس شہر میں رہتے ہوئے ملک نے صبح و شام
اُس ہنر کہ جو خطاطی میں ہو سکا کام
بغداد کو لاہور کی جاتی رہے دعا
لاہور کو بغداد کا آتا رہے سلام

۱۴۱

ابن مقلہ کی تختی بھی پرکھ لی ملک نے
یاقوت کی روشنائی چکھ لی ملک نے
بغداد و دمشق کے مقابل پھر اول
لاہور کی کچھ لاج تو رکھ لی ملک نے

اس شہر کو کچھ اور سجایا ملک نے
ابجد کا نیا طور بنایا ملک نے
خطاطی میں، بغداد کے آئینے میں
لاہور کو لاہور دکھایا ملک نے

۱۴۲ھ

اک خط نیا ایجاد کیا ہے مبین نے
یاقوت کا دل شاد کیا ہے مبین نے
اس دور میں لاہور کو خطاطی میں
ہم پلۂ بغداد کیا ہے مبین نے

جو خط کیا لاہور میں مبین نے ایجاد
اس کی ملی کچھ مشرق وسطیٰ ہی میں داد
اس بات پہ لاہور کو کرتے ہیں سلام
شیراز و دمشق و قاہرہ و بغداد

۱۴۳ھ

شیخان خلیج تو دکھلاتے رہے مال
دنیا کے حسینوں کا بلاتا تھا جمال
اور میں یہاں اہل عجم کی گالی کھا کر
لاہور کو دے چکا ہوں پورے دس سال

یاں آیا تو حق ہی کہہ گیا ہے وہ شخص
دشنام عدو بھی سہہ گیا ہے وہ شخص
جس کیلئے دنیا کا ہر اک شہر تھا وا
لاہور کا ہو کے رہ گیا ہے وہ شخص

۱۴۴

اس شہر کے سب زہرہ جبیں جانتے ہیں
تا عمر میں رہ جاؤں یہاں چاہتے ہیں
لیکن مرا اک دل بھی یہاں کے پر رہنا
اِس شہر کے اُستاد نہیں چاہتے ہیں

یاں خود تن تنہا ہوں حقیقت ہے حضور!
کب اعلیٰ ہنروروں کی قربت ہے حضور!
جو مائیکل انجلو کو رومہ سے تھی ہاں
لاہور سے مجھ کو وہی نسبت ہے حضور!

۱۴۵

لاہور میں میں نے شاعری کی یارو!
کچھ ایسے ہی میری ہر رباعی یارو!
ہا سے مثنوی "بادِ مخالف" جیسے
کلکتے میں غالب نے لکھی تھی یارو!

خوش ہے شب بے نور کی تاریکی میں
نزدیک کی اور دور کی تاریکی میں
خطّاطی کے قمقمے کیے ہیں روشن
ہم نے شب دیجور کی تاریکی میں

۱۴۶

اُن کی جو ہیں گُل ہائے وفا باس آئی
دل والے اور ہر شوخ ادا باس آئی
مجھ حسن پرست نے جو دلی چھوڑی
لاہور کی پھر آب و ہوا راس آئی

دلّی سے وہ جا رہا تھا جس دم قندھار
لاہور کی تھہ و شوب پہ ہی تو اے یار!
میں نے ہی نہیں مجھ سے تو صدیوں پہلے
تھے طالب آملی نے لکھے اشعار

۱۴۷

کہہ سکتا ہوں صاف صاف جیسے میں ہوں
اب منزل معرفت میں کیسے میں ہوں؟
جیسے کبھی دلی میں تھا سرمد بالکل
لاہور میں اس دور میں ایسے میں ہوں

اس دور میں مجھ پہ بھی بھبھتے ہیں رہے
ذہنوں میں وہ زہر کذب بھرتے ہیں رہے
پہلے بھی قلندروں سے اہل سالوس
ایسا ہی سلوک خاص کرتے ہیں رہے

۱۴۸

وہ چھوڑ کے خود اپنی گلی آئے تھے
لکھتے ہوئے آیات چلی آئے تھے
لاہور میں اب میں ہی نہیں آیا ہوں
لاہور میں پہلے بھی ولی آئے تھے

قندھار سے اک وزیر آیا تھا کبھی
غزنی سے کوئی امیر آیا تھا کبھی
امروہے سے صادقین نامی بھی مگر
لاہور میں اک فقیر آیا تھا کبھی

۱۴۹

"کافر" جہاں کہتے تھے نمازی ہم کو
"بد" کہتے تھے گفتار کے غازی ہم کو
اُس شہر سے جاتے ہوئے یاد آئی ہے
مہ پاروں کی مہمان نوازی ہم کو

اِس کی بھی اور اُس کی بھی ادا یاد کرو
سب گیسوؤں والوں کی وفا یاد کرو
اِس شہر سے چلتی ہوئی اِس گاڑی میں
اِک دِل سے میں کس کس کو بھلا یاد کرو

پھولوں کی ملی بلخ میں تھالی مجھ کو
بغداد میں زیتون کی ڈالی مجھ کو
لاہور میں دی گئی ہے لیکن اے دوست!
خطاطی کے اعجاز پہ گالی مجھ کو

حال آج تو ناساز کرے گا لاہور
گالی سے سرافراز کرے گا لاہور
لیکن میں یہاں آ کے رہا تھا کئی سال
اِس بات پہ کل ناز کرے گا لاہور

ضمیمہ

لاہور سے جو اس فقیر کو اپنے مزاج کی
ایک خاص نوعیت کے باعث جو روحانی لگاؤ، عقیدت
اور ما بعد الطبیعاتی انداز کا تعلق ہے اُس کا یہ بندۂ عاصی
اکثر و بیشتر گفتار میں اشعار میں اور تحریر میں اظہار کر چکا ہے
بیشتر دُنیا کے ممالک کی راجدھانیاں اُس کے لیے اپنی آغوش
وا کیے ہوئے اور عروس البلاد اپنے دروازے کھولے ہوئے
ہیں اور شہرتِ عالم اور دولتِ دُنیا کو ٹھکرا کر وہ لاہور میں
خاک نشینانہ انداز سے پڑاؤ ڈالے ہوئے ہے جبکہ یہاں سے
اُسے پڑے رہنے کی مطلق مطلق

کوئی دُنیوی مجبوری نہیں رہی
یہاں اُسے محبت اور نفرت دونوں ہی چیزیں ملیں،
محبت بے پناہ ملی اور چند مفاد پرستوں کی نفرت ہزاروں من
محبت کی شکل میں چند ٹوٹے نمک کی ڈلیا سے زیادہ حیثیت نہیں
رکھتی۔ سرمایہ داروں کے سگانِ وفادار اُس پر بھونکا کئے
اور اُس کا انسانی محبت کے جذبات سے لدا ہوا کارواں
تخلیق و اختراع و ایجادِ فنون مستقبل کی طرف پیش
قدمی کرتا چلا گیا، اور ان شاء اللہ کرتا چلا جائے گا۔ اِس
صورتِ حال میں مولیٰ کے کرم کے ساتھ ہی ساتھ کرم فرمایانِ شہر
بزرگانِ شہر اور مہ وشانِ شہر کی دعائیں بھی شامل رہی ہیں
صدقے

اِس شہر نگاراں میں اس حسن پرست فقیر
نے نہ جانے کتنے فنی اکتشافات کیے، خدا ہی جانے کتنے
خاکے بنائے، کتنی ہی روغنی تصویریں بنا دیں، خطاطی
بے شمار کیں، رباعیاں بے دریغ اور بے حساب لکھیں، خدا
کے فضل و کرم خاص سے فن میں روحانی مشغلے کے طور پر
عاشقی ہی کی، خدا نخواستہ کبھی مزدوری نہیں کی، شہر کے عجائب گھر
کتب خانوں میں، ہسپتالوں اور درسگاہوں میں، اور دیگر عوامی
عمارات میں بڑی بڑی سقفی اور دیواری تصویریں اپنی جانِ
ناتواں اور مالِ قلیل سے کیں اور تحفۂ درویش کے طور پر
اِن مقامات پر آویزاں کر دیں

ہزار ہا افراد کی فرمائشیں
پوری کیں اور لاکھوں لوگوں کو بسم اللہ
لکھ لکھ کر، طرح طرح کے نمونوں کے ساتھ تقسیم کی
فقیر بڑے اعتماد و یقین کامل کے ساتھ کہہ سکتا ہے :-

کچھ میں نے محبت میں کیا کام ضرور
گو کوچۂ جاناں سے رہے یہاں سے بڑی دور
تصویریں لگا دوں تو وہاں تک پہنچیں
اشعار جو لکھ دوں تو وہاں تک ہوں سطور

تصویریں ہیں کہ بنتی ہی چلی جا رہی ہیں، خطاطیاں
ہیں کہ ہوئی ہی چلی جا رہی ہیں، ڈر یا خیال ہے کہ اُن کے
لئے غیب سے مضامین

آتے ہی چلے جا رہے ہیں
اور اب آپ کو خدا حافظ کہنے سے پیشتر چلتے چلتے
جو ابھی ابھی ایک تازہ رباعی وارد ہوئی ہے وہ بھی
پیش کی جا رہی ہے، ملاحظہ ہو :

شاگرد کسی کا ہوں نہ اُستاد ہوں میں
کرتا ہوا تخلیق اور ایجاد ہوں میں
لیلائے ہنر ہے اگر بنتِ لاہور
پھر واقعی لاہور کا داماد ہوں میں

خدا حافظ، فی امان اللہ
آپکا: فقیر عاصی صداقین عفی عنہ

"ملنے ہیں ابھی مجھ کو خطاب اور زیادہ"

القاباتِ فقیرِ پُر تقصیر

دروغ برگردنِ اہلِ حُجرہ و ساکنانِ اوطاق و مُعلمانِ مدرسہ ہائے فنون

(صفِ انسدادِ کذب اور حلقۂ رد منافقت نے انجمن فرقۂ ملامتیہ کی طرف سے شایع کرائے)

العاجز الفقير الى الله

المتجول

العاجز الفقير الى الله

المنهول

العاجز الفقير الى الله

المجهول

العاجز الفقير الى الله

المتبطل

العاجز الفقير الى الله

المنعزل

العاجز الفقير الى الله

الجاهل

العاجز الفقير الى الله

المهمل

العاجز الفقير الى الله

المقل

العاجز الفقير الى الله

المغفل

العاجز الفقير الى الله

المخلوق

العاجز الفقير الى الله

المتشكك

العاجز الفقير الى الله

الرقيق

العاجز الفقير الى الله

الخبيث

العاجز الفقير الى الله

البائس

العاجز الفقير الى الله

النحات

العاجز الفقير الى الله

الراهب

العاجز الفقير الى الله

الشقی

العاجز الفقير الى الله

المتشرد

العاجز الفقير الى الله

المريض

العاجز الفقير الى الله

المقهور

العاجز الفقير الى الله

المسبوب

العاجز الفقير الى الله

المشتوم

العاجز الفقير الى الله

المحتاج

العاجز الفقير الى الله

المكنون

العاجز الفقير الى الله الطريد	العاجز الفقير الى الله الضليل	العاجز الفقير الى الله الابله	العاجز الفقير الى الله المتجطم
العاجز الفقير الى الله الضامر	العاجز الفقير الى الله المتوحد	العاجز الفقير الى الله الفاتر	العاجز الفقير الى الله السكران

العاجز الفقیر الی الله

المحکوم

العاجز الفقیر الی الله

الغانی

العاجز الفقیر الی الله

الجامد

العاجز الفقیر الی الله

الملحوس

العاجز الفقیر الی الله

المفرط

العاجز الفقیر الی الله

المذموم

العاجز الفقیر الی الله

العاصی

العاجز الفقیر الی الله

المرتاب

العاجز الفقیر الی اللہ

القدر

العاجز الفقیر الی اللہ

المقصر

العاجز الفقیر الی اللہ

الباغیض

العاجز الفقیر الی اللہ

الشاکر

العاجز الفقیر الی اللہ

الفانی

العاجز الفقیر الی اللہ

المهاجر

العاجز الفقیر الی اللہ

اللئیم

العاجز الفقیر الی اللہ

المرید

العاجز الفقیر الی اللہ

الاحمق

العاجز الفقیر الی اللہ

الآثم

العاجز الفقیر الی اللہ

الکریہ

العاجز الفقیر الی اللہ

القتیل

العاجز الفقیر الی اللہ

المعتوب

العاجز الفقیر الی اللہ

المجروح

العاجز الفقیر الی اللہ

المفتقر

العاجز الفقیر الی اللہ

المتورط

العاجز الفقیر الی اللہ

المعدوم

العاجز الفقیر الی اللہ

المنحرف

العاجز الفقیر الی اللہ

المهزوم

العاجز الفقیر الی اللہ

المخمور

العاجز الفقیر الی اللہ

الغریق

العاجز الفقیر الی اللہ

الوحشی

العاجز الفقیر الی اللہ

المشئوم

العاجز الفقیر الی اللہ

المفتون

العاجز الفقير الى الله

المغرم

العاجز الفقير الى الله

الصريع

العاجز الفقير الى الله

المفطر

العاجز الفقير الى الله

الغريب

العاجز الفقير الى الله

الوضيع

العاجز الفقير الى الله

المدفوع

العاجز الفقير الى الله

المصروف

العاجز الفقير الى الله

المذنب

العاجز الفقیر الی اللہ

المکروہ

العاجز الفقیر الی اللہ

الغوی

العاجز الفقیر الی اللہ

المعدم

العاجز الفقیر الی اللہ

الساقط

العاجز الفقیر الی اللہ

الموہوم

العاجز الفقیر الی اللہ

المردود

العاجز الفقیر الی اللہ

الزائف

العاجز الفقیر الی اللہ

المسحوق

العاجز الفقیر الی اللہ

الشدید

العاجز الفقیر الی اللہ

المطروق

العاجز الفقیر الی اللہ

الخاطی

العاجز الفقیر الی اللہ

التافہ

العاجز الفقیر الی اللہ

المضطر

العاجز الفقیر الی اللہ

التائبہ

العاجز الفقیر الی اللہ

المستغرق

العاجز الفقیر الی اللہ

المجنون

العاجز الفقیر الی اللہ

الساکت

العاجز الفقیر الی اللہ

المحسود

العاجز الفقیر الی اللہ

المقروض

العاجز الفقیر الی اللہ

المحدود

العاجز الفقیر الی اللہ

الهدف

العاجز الفقیر الی اللہ

المسافر

العاجز الفقیر الی اللہ

العنید

العاجز الفقیر الی اللہ

الکئیب

العاجز الفقير الى الله

الجريح

العاجز الفقير الى الله

المجذوب

العاجز الفقير الى الله

الضعيف

العاجز الفقير الى الله

المفرور

العاجز الفقير الى الله

العقيم

العاجز الفقير الى الله

المسحور

العاجز الفقير الى الله

الخليع

العاجز الفقير الى الله

المتمرد

العاجز الفقير الى الله

المطعون

العاجز الفقير الى الله

العاجز

العاجز الفقير الى الله

السقيم

العاجز الفقير الى الله

الناقص

العاجز الفقير الى الله

المتهم

العاجز الفقير الى الله

المخدوش

العاجز الفقير الى الله

المنسي

العاجز الفقير الى الله

المجبور

العاجز الفقير الى الله

المفلس

العاجز الفقير الى الله

الحائر

العاجز الفقير الى الله

الخامل

العاجز الفقير الى الله

المتغير

العاجز الفقير الى الله

المصلوب

العاجز الفقير الى الله

المدقوق

العاجز الفقير الى الله

المشهر

العاجز الفقير الى الله

الفشل